ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

محمد عثمان قمر ٭
ڈاکٹر سمیرا اعجاز ٭٭

اردو میں محمد حسین آزاد شناسی کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ (مکمل کتب کی روشنی میں)

A critical and research view of Muhammad Hussain Azad shanasi in Urdu (In the light of complete books)

By *Muhammad Usman Qamar, PhD scholar, Department of Urdu, University of Sargodha, Sargodha.*
By *Dr. Sumaira Ijaz, Assistant Professor, Department of Urdu, University of Okara, Okara.*

ABSTRACT

Muhammad Hussain Azad was a renowned Urdu writer who proved his maestro in the field of Urdu criticisim and literature. His ideas depict his era as well as the traces of upcoming time. That's why his work and art has been appreciated worldwide. Many researchers has written critical books and articles about his life, work and effects. This article throws light on the critical work of scholars in which Azad's life and works are being analyzed. In this way, we can come through the tradition of *Azad Shanasi* through times. This article also shows the critical views about prominent critics of Muhammad Hussain Azad including Dr. Muhammad Sadiq, Qazi Abdul Wadood, Syed Masood Hassan Rizvi Adeeb, Dr. Aslam Farrukhi, Muhammad Ikram Chughtai, Jahan Bano Naqvi, Nand Kishore Vikram, Dr Abid Peshawari, Qazi Muhammad Khalid Iqbal, Muzaffar Hanfi, Ateeq Ullah, Dr Rasheed Ashraf Khan, Syed Jameel Ahamd Azar and many more.

٭ پی ایچ ڈی اسکالر، شعبۂ اردو، سرگودھا یونی ورسٹی، سرگودھا
٭٭ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، اوکاڑہ یونی ورسٹی، اوکاڑہ

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

Keywords: Muhammad Hussain Azad, Tradition of Azad Shanasi, Critical Views, Analysis, Prominent Critics.

اُردو ادب و تنقید میں محمد حسین آزاد کا نام ایک ایسے ادیب اور نقاد کے طور پر لیا جاتا ہے جن کے تخیل کی بلند پروازی اور تنقیدی ذوق نے نہ صرف اپنے عہد کو متاثر کیا بلکہ بعد میں آنے والوں کے لیے مشعل راہ بھی بنے۔ محمد حسین آزاد (۱۸۳۰ء۔۱۹۱۰ء) کثیر الجہت ادیب تھے۔ ان کی شخصیت، تخلیقی اور تنقیدی نگارشات کی تفہیم کے حوالے سے متعدد تنقیدی کتب سامنے آ چکی ہیں، جن کی تفہیم آزادی شناسی کے لیے ضروری قرار پاتی ہے۔ اس مقالے کی پہلی فصل میں مولانا محمد حسین کی زندگی اور احوال کا طائرانہ جائزہ لیا گیا ہے تاکہ آزاد شناسی کے مختلف زاویوں کی تفہیم ممکن ہو سکے۔ دوسری فصل میں بیسویں صدی میں آزاد شناسی اور تیسری فصل میں اکیسویں صدی میں آزاد شناسی کی روایت کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ مقالے کے آخر میں نتائج دیے گئے ہیں۔

محمد حسین آزاد ۱۸/ ذی الحجہ ۱۲۴۵ ہجری بمطابق ۱۰/ جون ۱۸۳۰ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔(۱) محمد حسین آزاد کے آباؤ اجداد نے عہدِ نادری میں ایران سے ہجرت کر کے ہندوستان کے دارالحکومت ''جہان آباد'' کو مستقل مسکن بنایا۔ آزاد کے والد مولوی محمد باقر خاندان کے پہلے فرد تھے جن کی شادی ہندوستانی لڑکی ''امانی بیگم'' سے کی گئی ورنہ اِس سے پہلے خاندان کے تمام افراد کی شادیاں ایرانی خواتین سے طے پاتی تھیں۔ محمد حسین آزاد کے خاندان کی زبان فارسی تھی لیکن مقامی لوگوں سے اختلاط بڑھنے کی وجہ سے اردو زبان سے لگاؤ فطری ٹھہرا۔ ڈاکٹر محمد صادق لکھتے ہیں:

> ''آبِ حیات'' کا پہلا فقرہ اِس کا ثبوت فراہم کرتا ہے کہ آزاد کے دادا خلیفہ محمد اکبر رک رک کر اردو بولتے تھے لیکن آزاد کے والد محمد باقر تک پہنچتے پہنچتے خاندان کی زبان اردو ہو گئی۔(۲)

محمد حسین آزاد کے والد مولوی محمد باقر علمی، ادبی، سیاسی، معاشرتی اور صحافتی زندگی میں اہم کردار ادا کرنے کی وجہ سے اپنے زمانے کی ایک عہد ساز شخصیت تھے۔ وہ دِلّی کالج سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد سرکاری ملازم کی حیثیت سے مختلف عہدوں پر کام کرتے رہے۔ ملازمت کو خیر باد کہنے کے بعد انھوں نے دلّی کالج کا وہ چھاپہ خانہ خرید لیا جو کالج میں نئے نصابات کی اشاعت اور مغربی علوم و فنون کو اردو زبان میں ترجمہ کرنے کے لیے لگایا گیا تھا۔ ۱۸۳۶ء میں مولوی محمد باقر نے شمالی ہند کا پہلا اردو اخبار ''دہلی اخبار'' کے نام سے اِسی چھاپہ خانہ سے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

شائع کیا، تاہم ۱۰۔مئی ۱۸۴۰ء سے اِس اخبار کا نام تبدیل کر کے ''دہلی اردو اخبار'' رکھ دیا گیا۔[۳]

محمد حسین آزاد تین بَرس کے تھے جب ان کی والدہ ''امانی بیگم'' کا انتقال ہو گیا۔ والدہ کے اِنتقال کے بعد آزاد کی گھریلو تربیت اپنی پھوپھی کی آغوشِ مَحبّت میں ہوئی۔ محمد حسین آزاد کے مختلف بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی پھوپھی نہایت شفیق اور نفیس خاتون تھیں۔ اپنے ایک شاگرد لالہ دنی چند کے نام لکھے گئے ایک خط میں آزاد اپنی پھوپھی کی وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے درج ذیل جذبات کا اِظہار کرتے ہیں:

> ہمیں ان دنوں صدمۂ عظیم ہوا، وہ یہ کہ میری پھوپھی صاحبہ جنھوں نے مجھے پالا تھا اور جو ہمیشہ سے گھر کی مالک تھیں، ان کا اِنتقال ہو گیا۔ وہ نہایت نیک نہاد اور خوش اوقات تھیں اور ان کے سبب سے دِل بڑا قوی رہتا تھا۔ گھر میں اندھیرا نظر آتا ہے اور وحشت ہوتی ہے۔[۴]

مولوی محمد باقر نے اپنے زیرِ نگرانی محمد حسین آزاد کو علومِ دینیہ کی منازل طے کرائیں اور پھر اپنے رفیق مِسٹر ٹیلر کے کہنے پر آزاد کو دہلی کالج میں معقولات کی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے داخل کرا دیا۔ دہلی کالج میں آزاد کے داخلے کے حوالے سے کسی قدر اِختلاف پایا جاتا ہے۔ عام طور پر ۱۸۴۵ء تا ۱۸۴۷ء تک کے سِنین پڑھنے کو مِلتے ہیں۔ آزاد کو دہلی کے مشہور عالمِ دین مولوی سیّد محمد صاحب کی صحبت میسّر آئی، جس سے ان کی ذہنی کارکردگی اور تخلیقی صلاحیتوں کو خوب نِکھار عطا ہوا۔ دہلی کالج کی عِلمی و تخلیقی فضا نے آزاد کی شخصیت میں وسیع النظری، آزادہ رَوی اور جرات و خود اعتمادی جیسی خصوصیات کو پروان چڑھایا۔ زمانۂ طالبِ علمی میں ہی آزاد کا نام ''دہلی اردو اخبار'' پر بہ حیثیتِ مہتمم آنے لگا، اور وہ اخبار کی اِدارت میں حصہ لینے لگے۔ علاوہ ازیں دہلی کالج میں منعقد ہونے والے مضمون نویسی کے مقابلوں میں عمومی دل چسپی کے موضوعات پر لکھے جانے والے مضامین کی وجہ سے بھی ان کی تخلیقی صلاحیت اِنشا پردازی کی صورت میں جلوہ گر ہونے لگی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں مولوی محمد باقر کو انگریزوں نے غداری کے الزام میں موت کی سزا دینے کے بعد محمد حسین آزاد کا پیچھا کیا گیا اور ان کے زندہ یا مردہ جسم کی تلاش کے لیے انگریزی حکومت کی طرف سے پانچ ہزار روپے کا اعلان بھی کیا گیا، لیکن آبِ حیات کے مطالعہ سے عِلم ہوتا ہے کہ آزاد دہلی سے بھاگ کھڑے ہوئے اور مختلف علاقوں کی خاک چھانتے ہوئے لکھنؤ پہنچے۔

دہلی کے اجڑنے کے بعد تعلیم و ثقافت کا نیا گہوارہ، لاہور قرار پایا تو دہلی کے کئی مشاہیرِ ادب (مولانا اَلطاف حسین حالی، ماسٹر پیارے لال آشوب، منشی درگا پَرشاد اور مولوی کریم الدین وغیرہ) نے لاہور کو مستقل

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

مسکن بنالیا۔لکھنؤ سے رختِ سفر باندھنے کے بعد آزاد بھی شہر شہر کی سیر کرتے ہوئے اپنی جان بچاتے ہوئے لاہور آن پہنچے۔ڈاکٹر محمد صادق کی تحقیق کے مطابق محمد حسین آزاد دہلی کے پہلے ادیب ہیں جو سب سے پہلے لاہور میں قیام پذیر ہوئے اور تا دمِ زیست یہیں مقیم رہے۔(۵) لاہور میں آزاد کی ملاقات معروف ماہرِ تعلیم ملّا عبدالرشید آفندی المعروف ڈاکٹر لائٹنر سے ہوئی، جن سے آزاد نے انگریزی زبان کی شدھ بدھ حاصل کی۔ یہ وہی ڈاکٹر لائٹنر ہیں جنھوں نے آزاد کی ذہنی، علمی اور ادبی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے ''انجمنِ پنجاب'' کے قیام کی تجویز پیش کی تھی۔آغا سلمان باقر رقم طراز ہیں:

> ۲۱ رجنوری ۱۸۶۵ءکو''سکشا سبھا'' کے مکان میں لاہور کے سر برآوردہ لوگوں کا اجلاس منعقد ہوا۔ پنڈت مَن پھول نے صدارت کی اور انھوں نے انجمن کے قیام کے مقاصد اور فوائد پر ایک تقریر میں روشنی ڈالی، ڈاکٹر لائٹنر کا تعارف کرایا اور''انجمنِ پنجاب'' کی بنیاد رکھی۔ اِس جلسے میں محمد حسین آزاد بھی شریک تھے جو اس وقت محکمہ تعلیم میں ڈپٹی ڈائریکٹر تعلیم تھے۔(۶)

محمد حسین آزاد اردو ادب کے اَرکانِ خمسہ میں یہ اِمتیاز بھی رکھتے ہیں کہ انھوں نے ادب کی ترویج و اِشاعت کا کام سرسید کی اِصلاحی تحریک کے زیرِ اثر کرنے کے بجائے ادب کی حقیقی روح کو پَروان چڑھانے کی غرض سے کیا۔ انھوں نے انجمنِ پنجاب کے زیرِ اثر بے شمار مضامین، مقالہ جات اور لیکچرز لکھے، جن کی تعداد دو سو سے زائد ہے۔ آزاد نے انگریزی حکومت کے ایما پر ستمبر ۱۸۶۵ء میں وسط ایشیا کے مسلم ممالک کا سیاسی سفر بھی اِختیار کیا جس کی تفصیلات زندگی بھر انھوں نے صیغۂ راز میں رکھیں۔ علاوہ ازیں آزاد نے اپنے آباؤ اجداد کے وطن ایران کے لیے بھی رختِ سفر باندھا، جہاں سے واپسی پر وہ اپنے ساتھ ایک ذخیرۂ کتب لے کر آئے تھے اور لاہور میں ''کتب خانۂ آزاد'' قائم کیا تھا۔ آزاد کی زندگی کے تفصیلی مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی میں آنے والے نشیب و فراز اور بہار و خزاں کا نہایت جواں مَردی و اِستقامت سے مظاہرہ کیا۔ زندگی کا آخری بیس سالہ دَورِ جنوں کسمپرسی کے عالم میں بسر کرنے کے بعد اردو اِنشا پردازی کا یہ موجد و خاتم آخرِ کار ۲۲۔جنوری ۱۹۱۰ءکو عاشورے کی شب اَسّی سال کی عمر میں ملکِ عدم کا راہی ہوا۔انھیں لاہور کے قبرستان کربلا گامے شاہ میں دفن کیا گیا۔ آزاد نے اردو ادب کے دامن کو درجنوں تصانیف سے مالا مال کیا۔ ان کی اہم ادبی کاوشیں درج ذیل ہیں:

اردو کی پہلی کتاب (۱۹۶۳ء)، نصیحت کا کرن پھول (۱۸۶۴ء)، قصصِ ہند (۱۸۷۲ء)، نیرنگِ خیال،

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

(طبع اوّل ۱۸۷۴ء)، فارسی کی پہلی کتاب (۱۸۷۵ء)، فارسی کی دوسری کتاب، (۱۸۷۸ء)، آبِ حیات، (طبع اوّل ۱۸۸۰ء)، قندِ پارسی، (۱۸۸۰ء)، فارسی کی جامع القواعد (۱۸۸۵ء)، لغتِ آزاد (۱۸۸۷ء)، آموزگار فارسی (۱۸۸۷ء)، ڈراما اکبر (۱۸۸۸ء)، دربارِ اکبری (طبع اوّل ۱۹۹۸ء)، دیوانِ ذوق (۱۸۹۰ء)، نظمِ آزاد، (طبع اوّل ۱۸۹۷ء)، مکتوباتِ آزاد، (۱۹۰۷ء)، سخن دانِ فارس (طبع اوّل ۱۹۰۷ء)، بیاضِ آزاد (۱۹۱۳ء)، جانورستان (۱۹۲۲ء)، سیرِ ایران (۱۹۲۲ء)، نگارستانِ فارس (طبع اوّل ۱۹۲۲ء)، تذکرۂ علما (۱۹۲۳ء)، کائناتِ عرب (۱۹۲۶ء)، فلسفۂ الٰہیات (۱۹۲۶ء)، سپاک و نماک (۱۹۲۷ء)، خم کدۂ آزاد (۱۹۳۰ء)، شہزادہ ابراہیم (۱۹۶۱ء)، مقالاتِ آزاد (۱۹۶۶ء)، گلگونہ اسلام (۱۹۷۶ء)، حکایاتِ آزاد (۲۰۱۰ء) اور قواعدِ اردو۔

مولانا محمد حسین آزاد نے ادب و تنقید میں جہاں متنوع اصناف میں طبع آزمائی کی وہاں موضوعاتی حوالے سے بھی ان کے ہاں خاصی وسعت ملتی ہے۔ ان کے تنقیدی نظریات نے نے اردو تنقید کو حقیقی معنوں میں ''آبِ حیات'' پلایا۔ ان کے تنقیدی نظریات اور تخلیقی ذوق کو ہر زمانے میں سراہا گیا ہے۔ ان کے فکر و فن پر اعتراضات بھی اٹھائے گئے اور ان کے ہاں تحقیقی غلطیوں کا تذکرہ بھی کیا گیا(۷) تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ آزاد کی تنقیدی بصیرت نے اردو تنقید کو نئی راہوں سے آشنائی دلانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

تحقیقی حوالے سے دیکھا جائے تو اس میدان میں بھی آزاد کی کاوشیں لائق صد تحسین ہیں۔ آزاد ہی وہ محقق تھے جنھوں نے پہلی بار اردو شاعری کے ارتقا کے ادوار مقرر کیے اور ہر عہد کی شاعرانہ خصوصیات کا تعین کرنے کی کوشش کی۔ اس کے علاوہ لسانی حوالے سے ہر دور میں متروک ہوجانے والے الفاظ کی فہرست مرتب کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر لسانی تغیرات بھی سامنے لائے۔(۸) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آزاد ایک ایسی شخصیت کے مالک تھے جو مروجہ دستور پر آنکھیں بند کر کے عمل کرنے کی بجائے روایت سے منسلک رہتے ہوئے تغیر کے ذریعے روایت کو آگے بڑھاتے تھے۔

بیسویں صدی میں آزاد شناسی کا تنقیدی جائزہ لیں تو اردو میں منظّم انداز میں آزاد شِناسی کا آغاز ڈاکٹر محمد صادق کی تصنیف ''محمد حسین آزاد: احوال و آثار'' سے ہوتا ہے۔ ڈاکٹر محمد صادق پہلے آزاد شِناس ہیں جنھوں نے ۱۹۳۹ء میں ''محمد حسین آزاد: حیات، تصانیف اور اثرات'' (Muhammad Hussain Azad: Life, Books and Effects) کے موضوع پر پنجاب یونی ورسٹی، لاہور سے انگریزی زبان میں مقالہ برائے ڈاکٹریٹ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اس مقالے کا اردو ترجمہ ''محمد حسین آزاد: احوال و آثار'' کے نام سے مجلسِ ترقی ادب، لاہور سے ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

''محمد حسین آزاد: احوال و آثار'' آزاد شناسی کے حوالے سے پہلی باقاعدہ تصنیف ہے جس میں ڈاکٹر محمد صادق نے آزادؔ کے مزاج، شخصیت کے نفسیاتی جائزے اور اسلوب کے جان دار تجزیے کے ذریعے ''آزاد شناسی'' کی جان دار رِوایت کی داغ بیل ڈالی ہے۔ ڈاکٹر محمد صادق نے اس کتاب میں ٹھوس حقائق اور تحقیقی و تنقیدی بصیرت سے کام لیتے ہوئے معترضینِ آزاد کے مختلف اعتراضات کا مدّلل جواب دیا ہے۔اس کتاب کا مطالعہ اِس اَمر کی بھی نشان دہی کرتا ہے کہ یہ کتاب خالص تحقیقی نوعیت کی حامل ہے۔ اس کتاب میں مصنّف نے محمد حسین آزاد کی زندگی، کردار اور دیگر کئی امور کو بیان کرنے کے لیے جن مآخذ سے استفادہ کیا ان کی تفصیل حواشی و تعلیقات میں دے دی ہے۔ضمیموں کی شکل میں ڈاکٹر محمد صادق نے جو معلومات فراہم کی ہیں، وہ موضوعاتی اعتبار سے بھی نہایت اہم ہیں۔ اِن ضمیموں کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اِس معرکہ آرا تصنیف میں مصنف نے آزاد کے فکر وفن کا مطالعہ نہایت عمق نظری سے کرتے ہوئے آزادؔ کی تخلیقی و نفسیاتی شخصیت کو برآمد کرنے کی مقدور بھر سعی کی ہے۔ پیش لفظ میں کتاب کی مندرجہ ذیل خصوصیات کا ذکر کیا گیا ہے۔

> تنقیدی لحاظ سے ہمارا اہم ترین کام آزادؔ کے رنگِ طبعیت اور شخصیت کا نفسیاتی جائزہ اور ان کے مواد اور اسلوب پر اِس کا اثر ہے۔(۹)

ڈاکٹر محمد صادق نے آزاد کی زندگی سے متعلق پیچیدہ ترین سوالات کے جوابات دینے کے لیے سائنسی انداز اختیار کر کے آزاد کو سمجھنے کی اہم کوشش کی ہے۔ ناقدانہ بصیرت اور گہرے مطالعہ کے بموجب مصنف آزاد کے فکر و فن کو عیاں کرتے ہوئے خود اعتمادی کی دولت سے مالا مال نظر آتے ہیں۔ اگرچہ ڈاکٹر محمد صادق نے اِس تصنیف میں آزاد کی زندگی اور فن کے تمام رموز کو نہایت صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے لیکن دَرسی کتب کی تیاری کے حوالے سے آزاد کی خِدمات کو انھوں نے ضمنی طور پر بیان کیا ہے، جس کی وجہ سے تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر محمد صادق نے آزادؔ کے غیر مکمل ڈراموں کی طرف بھی کوئی توجہ نہیں دی۔(۱۰) تشنگی کے اِس احساس کے باوجود یہ تصنیف ''آزاد فہمی'' کے حوالے سے ایک قابلِ قدر کاوِش ہے۔

ڈاکٹر محمد صادق، مولانا محمد حسین آزادؔ کی تخلیقی شخصیت اور ان کی عوام میں پذیرائی کو انجمن پنجاب کی دین قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں آزاد کو عوام میں متعارف کرانے اور سرکاری سرپرستی حاصل ہونے کا سبب یہی انجمن پنجاب تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

> ڈاکٹر لائٹنر چاہتے تھے کہ انھیں چند ایسے محب وطن اصحاب کا تعاون حاصل ہو جو انھیں ان کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں مدد دے۔ اب تک انھیں اپنی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

پسند کا آدمی ہاتھ نہیں آیا تھا۔آزاد کے لیے یہ عمدہ موقع تھا کہ وہ اپنی اہمیت کا احساس دلا سکیں۔ چناں چہ انھوں نے انجمن کی سرگرمیوں میں جوش وخروش سے حصہ لینا شروع کر دیا اور جلد ہی انجمن کی ایک نمایاں شخصیت بن گئے۔(۱۱)

ڈاکٹر محمد صادق نے مولانا محمد حسین آزاد کی ادبی وتنقیدی شخصیت کے بارے میں بہترین رائے دی ہے۔ انھوں ادبی اور تنقیدی میدان میں مولانا آزاد کی انفرادیت بھی اجاگر کی ہے۔''آبِ حیات'' پر ان کی کتاب میں ایک پورا باب شامل ہے جس میں انھوں نے آب حیات کو انیسویں صدی میں تنقیدی اعتبار سے اہم سرمایہ قرار دیا ہے۔آب حیات سے قبل بھی اردو میں تذکرے لکھے جاتے تھے جن میں اردو شعرا کے حالات بیان کیے جاتے تھے لیکن آب حیات ان سے کس طرح منفرد ہے اس حوالے سے ڈاکٹر محمد صادق لکھتے ہیں:

یہ ایک ایسی کتاب ہے جس سے اردو ادب کی ایک بہت بڑی کمی پوری ہوئی ہے۔اب تک اردو میں شعرا کا کوئی باقاعدہ تاریخ وار تذکرہ مرتب نہیں ہوا تھا۔ پرانے انداز کے تذکرے تو بہت تھے، لیکن اکثر نا تمام اور ناقص۔کوئی کسی عہد سے متعلق ہے تو کوئی کسی عہد سے۔ اکثر ایسے تھے کہ نہ ان میں تنقید یا ادب کا کوئی شائبہ تھا، نہ کوئی انسانی دلچسپی۔جس قسم کی کتاب درکار تھی وہ ایک ایسی کتاب تھی جس میں شعرا کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کی گئی ہوں، جدید انداز میں تنقید بھی ہو اور تحقیق پر مبنی سیر حاصل اور مستند حالات بھی ہوں۔ یہ کمی ''آبِ حیات'' نے پوری کردی۔''آبِ حیات'' محض اردو شاعری کی تاریخ ہی نہیں بلکہ ایک توانا، متحرک اور زندگی سے لبریز دستاویز ہے جو عہد ماضی کو از سرنو زندہ کر کے ہماری آنکھوں کے سامنے لا کھڑا کرتی ہے۔(۱۲)

مجموعی طور پر ڈاکٹر محمد صادق کی تنقید نگارشات اردو میں آزاد شناسی کی مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہیں۔انھوں نے مولانا محمد حسین کی شخصیت اور ان کے فکر وفن کے بہت سے مخفی گوشوں سے قارئین کو روشناس کرانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

''آبِ حیات کی حمایت میں اور دوسرے مضامین'' ڈاکٹر محمد صادق کی اہم تنقیدی وتحقیقی کاوش ہے۔ یہ تصنیف پہلی بار ۱۹۷۳ء میں جب کہ دوبارہ ۲۰۱۰ء میں مجلسِ ترقی ادب، لاہور سے اشاعت پذیر ہوئی۔ ڈاکٹر محمد صادق نے اِس تصنیف میں مستند شواہد کی بِنا پر اس خیال کی تردید کی ہے کہ ''آبِ حیات'' مَن گھڑت قصّے کہانیوں

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

پر مشتمل ہے۔(۱۳) انھوں نے ''آبِ حیات'' کے اُن مآخذ کی بھی نشان دہی کر دی ہے جنھیں آزاد نے بروئے کار لاتے ہوئے آبِ حیات تصنیف کی۔ ''تدوینِ دیوانِ ذوق'' اور ''سخن دانِ فارس پر مزید روشنی'' کے علاوہ اِس کتاب کے تمام مضامین ڈاکٹر محمد صادق کی تصنیف ''محمد حسین آزاد: احوال و آثار'' میں مل جاتے ہیں۔

جہاں بانو نقوی کی کتاب ''محمد حسین آزادؔ'' اردو میں محمد حسین آزاد شناسی کی روایت میں گراں قدر اضافہ ہے۔ اس کتاب کی اشاعت ۱۹۴۰ء میں اِدارہ ادبیات حیدر آباد، دکن سے عمل میں آئی۔ سات ابواب پر مشتمل اِس تصنیف میں مصنّفہ نے آزادؔ کی زندگی اور فکر و فن کا تجزیہ کرنے کے علاوہ سوانحِ آزاد کے حوالے سے کچھ بنیادی معلومات بھی فراہم کی ہیں۔ اِنھی معلومات کی بنیاد پر مستقبل کے بیش تر آزادؔ شِناسوں نے ''نقدِ آزادؔ'' کی عمارت قائم کی ہے۔ سید محی الدین قادری زور نے کتاب کی وجہِ تصنیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

> آزاد کی اہمیت اردو ادب میں مسّلم ہے، لیکن کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ آج تک کسی نے ان کے سوانح حیات کو مرّتب کرنے کی طرف توجہ نہیں کی۔ ابھی حال میں ایک کتاب ''آبِ حیات کے لطیفے'' شائع ہوئی ہے، جس کے دیباچے میں آزادؔ کے کچھ حالاتِ زندگی بھی آ گئے ہیں، لیکن مستقل سوانح حیات کی ضرورت باقی تھی جس کو ادارۂ ادبیاتِ اردو کے شعبۂ نسواں کی سرگرم رکن محترمہ جہاں بانو بیگم صاحبہ ایم اے نے نہایت خوش سلیقگی اور کامیابی کے ساتھ تکمیل کو پہنچایا ہے۔(۱۴)

جہاں بانو نقوی نے آزادؔ کی زندگی اور فن کے وہ تمام بنیادی نکات بیان کر دیے ہیں جنھیں اردو تذکرہ نگاروں نے دَرخورِ اعتنا نہیں سمجھا تھا۔ مثال کے طور پر آزادؔ کے خاندانی حالات، حسب نسب، عادات و خصائل، خوراک و لباس، دورِ جنوں کے حالات و واقعات، وفات کا تذکرہ اور آخر میں تصانیفِ آزاد پر تنقیدی رائے کا اِظہار اِس تصنیف کی انفرادی خصوصیات ہیں۔ کتاب کے اختتامیہ میں آزادؔ کے مقام و مرتبے کا تعیّن کرنے کی کوشش بھی نظر آتی ہے۔ اگر چہ سوانحِ آزاد کو صراحت کے ساتھ بیان کرنے کی کاوش اِس تصنیف میں نظر آتی ہے لیکن آزاد کی لاہور میں مصروف تعلیمی، ادبی اور تصنیفی زندگی کا حال اِس تصنیف میں نہیں کھلتا۔ ٹھوس علمی حقائق اور تحقیقی و تنقیدی شعور سے لبریز ہونے کی وجہ سے یہ تصنیف اردو میں آزاد شناسی کی جان دار روایت ڈالنے کے حوالے سے خاص اہمیت کی حامل ہے۔

قاضی عبد الودود کا شمار ان ابتدائی آزاد شناسوں میں ہوتا ہے جنھوں نے معتدل اندازِ تنقید اور بصیرت افروز تحقیق کے ذریعے آزاد شناسی کی روایت کو فروغ دیا۔ ان کی تصنیف ''محمد حسین آزاد بحیثیت محقق'' ادارہ

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

تحقیقاتِ اردو، پٹنہ سے پہلی مرتبہ ۱۹۴۳ء میں اشاعت پذیر ہوئی، جب کہ اِس کتاب کا نقشِ ثانی ۱۹۴۸ء میں طبع ہوا۔ چھیاسی صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ آزاد کی صِرف ایک تصنیف آبِ حیات کی تین سولغزشوں کی نشان دہی کرتا ہے۔قاضی عبد الودود کا طرزِ تحقیق و تنقید ان کے وسیع مطالعہ اور باریک بیں مشاہدے کی حقیقی ترجمانی کرتا ہے۔انھوں نے ''آبِ حیات'' کا نہات عمق نظری سے جائزہ لیتے ہوئے اس کتاب کی تحقیقی اغلاط کو نہایت بے باکی سے اجاگر کیا ہے۔مثال کے طور پر آزاد نے آبِ حیات میں لکھا ہے کہ خسرو، بی چمو کے ہاں حقہ پیا کرتے تھے۔آزادؔ کے اِس بیان پر تنقید کرتے ہوئے قاضی عبدالودود لکھتے ہیں:

تنبا کو خسرو کے زمانے میں ہندوستان میں نہ تھا یہ بات عام طور پر معلوم ہے۔
حقے سے کچھ اور مراد ہے تو آزاد کو اس کی وضاحت کرنی چاہیے تھی۔[۱۵]

واقعاتی لغزشوں کی نشان دہی کرنے کے علاوہ مصنّف نے املا اور کتابت کی اغلاط پر بھی گرفت کی ہے۔مثلاً وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

آزاد نے میر کی مثنوی ''تنبیہ الجہال'' کا نام ''تنبیہ الخیال'' لکھ دیا ہے۔[۱۶]

درج بالا مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ قاضی عبدالودود تحقیقی و تنقیدی بصیرت سے مالا مال ہونے کے بموجب ادبی فن پاروں کی چھان پھٹک کے جملہ اسرار و رموز سے بخوبی آگاہ ہیں۔

''آبِ حیات کا تنقیدی مطالعہ'' آزاد شناسی کے حوالے سے سیّد مسعود حسن رضوی ادیب کی تنقیدی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ تصنیف ''کتاب گھر'' لکھنؤ سے ۱۹۵۳ء میں شائع ہوئی۔ سید مسعود حسن رضوی ادیب نے اِس کتاب میں آزادؔ کو کامل ادیب قرار دیتے ہوئے ''آبِ حیات'' کی مقبولیت کے نہ صرف اسباب بیان کیے ہیں بلکہ انھوں نے تذکروں کی دنیا میں آبِ حیات کی انفرادیت اور مقام و مرتبے کا تعیّن بھی کیا ہے۔مسعود حسن رضوی ادیب نے آزاد پر کیے جانے والے مختلف النوع اعتراضات کا مدّلل انداز میں دِفاع کیا ہے۔مثال کے طور پر آزادؔ نے آبِ حیات میں میرزا مظہر کی حسن پسندی کے متعلق جو رائے قائم کی ہے، اس پر حافظ محمود شیرانی، قاضی عبد الودود اور مظہر محمود شیرانی نے شدید تنقید کی ہے۔سیّد مسعود حسن رضوی ادیب نے مختلف روایات اور تاریخی حقائق کی روشنی میں آزاد کے اکثر بیانات کو درست اور جائز قرار دیا ہے۔آزادؔ نے ولی دکنی کو ایک جگہ ''نظمِ اردو کی نسل کا آدم'' اور ایک جگہ ''بنی نوع شعرا کا آدم'' کہا ہے۔آزاد کے اِس بیان پر بھی کئی معترضین سیخ پا نظر آتے ہیں لیکن مسعود حسن رضوی اِس ذیل میں بھی مدافعانہ اندازِ تنقید اپناتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ آزاد نے دکھنی یا ریختہ یا اردو کا فرق نظر میں رکھ کر ولی کو اردو کا

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

> پہلا شاعر قرار دیا ہے، دکنی کا نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ولی ہی کے اثر سے اردو شاعروں کا وہ سلسلہ شروع ہوا جو کہ آج تک جاری ہے۔(۱۷)

آزاد کے سفرِ وسط ایشیا اور سیرِ ایران ادبی دنیا میں عرصہ دراز سے نزاع کا موضوع بنے رہے ہیں۔ آزاد کے سفرِ وسط ایشیا کے بارے میں محققین نے اِس اَمر کا اِظہار کیا ہے کہ سیاسی نوعیت کا یہ سفر آزادؔ نے انگریزی حکومت کے ایما پر کیا تھا، تا کہ انگریز حاکموں کو اپنی وفاداری کا یقین دِلایا جا سکے۔ لیکن نبیرۂ آزادؔ، آغا محمد اشرف نے اپنی تصنیف ''انیسویں صدی میں وسط ایشیا کی سیاحت'' میں اِس رائے سے اِختلاف کرتے ہوئے آزادؔ کے سفرِ وسط ایشیا کو مجبوری سے تعبیر کیا ہے۔ آغا محمد اشرف نے اِس سفر کی تفصیلی روداد انڈیا آفس کے کونے کھدروں سے تلاش کر کے ہمدرد اکیڈمی، کراچی سے ۱۹۵۹ء میں کتابی صورت میں شائع کی ہے۔ اگرچہ اِس رپورٹ کے اِستناد کے بارے میں ڈاکٹر آصف فرّخی نے کچھ شکوک وشبہات کا اِظہار بھی کیا ہے لیکن اِس کے باوجود یہ رپورٹ آزاد شناسی میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ رپورٹ کی دریافت کا ذکر کرتے ہوئے آغا محمد اشرف لکھتے ہیں:

> جون ۱۹۵۸ء میں مَیں سیدھا وزارتِ خارجہ کے ریکارڈ آفس میں جا پہنچا، مگر اِس دفتر کے کارکن میری مدد نہیں کر سکے۔ انڈیا آفس لائبریری لندن میں ایک بار پھر قسمت آزمانے کی کوشش کی۔ اچانک میری نظر ایک بوسیدہ فائل پر پڑی۔ اس میں وہ مراسلہ تھا کہ جس کی مجھے اِتنے دِنوں سے تلاش تھی اور اس کے ساتھ مولانا محمد حسین آزاد کے وسط ایشیا کے سفر کی رپورٹ بھی فائل پر موجود تھی۔(۱۸)

مولانا محمد حسین آزادؔ کی حیات اور کارناموں کا مبسوط انداز میں تحقیقی اور معروضی جائزہ پیش کرنے والوں میں ایک اور اہم نام ڈاکٹر اسلم فرخی کا ہے۔ ان کی تصنیف ''محمد حسین آزادؔ'' آزاد شناسی کے حوالے سے خاص اہمیت کی حامل ہے۔ پی ایچ ڈی کی تکمیل کی غرض سے ۱۹۶۳ء میں لکھے گئے مقالے بعنوان ''محمد حسین آزادؔ'' میں اسلم فرّخی نے آزاد کی زندگی کے متنوع پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے علاوہ ان کی تصانیف کا معروضی مطالعہ بھی پیش کیا ہے۔ ان کا تحقیقی کام دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ سوانح آزاد پر مشتمل ہے جس میں حیاتِ آزاد کو اِتنے مفصّل انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ تشنگی کا احساس باقی نہیں رہتا۔ کتاب کے دوسرے حصے میں اسلم فرخی نے آزاد کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف کو موضوعِ بحث بنا کر اردو ادب میں ان کا مقام و مرتبہ متعین کیا ہے۔ محمد حسین آزاد کے سوانح وفن پر کیا جانے والا یہ کام پہلی مرتبہ انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی سے ۱۹۶۴ء میں جب کہ دوسری بار معمولی ترمیم و تنسیخ کے ساتھ ۲۰۰۶ء میں اِشاعت پذیر ہوا۔ ڈاکٹر اسلم فرخی نے کتاب کے مقدمہ میں اپنے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

اندازِ تحقیق کی وضاحت یوں کی ہے:

> میں نے مولانا آزاد کو نہ معترض کی آنکھ سے دیکھا ہے نہ ان کی مدلل مداحی کی ہے۔ حالات و واقعات کو ایک لڑی میں پرو کر مختلف غیر مطبوعہ دستاویزوں کی مدد سے ایک ایسی تصویر مرتب کرنے کی کوشش کی ہے جس میں ان کے صحیح خط و خال نظر آئیں اور ان کی شخصیت کے صحیح نقوش اجاگر ہو جائیں۔ حیاتِ آزاد کے متعلق اب تک بہت کم لکھا گیا ہے۔ اس وجہ سے میں نے عمداً تفصیل سے کام لیا ہے تاکہ ایک بڑے فن کار کی زندگی کا ہر نقش محفوظ ہو جائے۔[۱۹]

اگرچہ ڈاکٹر محمد صادق نے اِس تصنیف کے بیش تر مندرجات کو سرقہ قرار دیا ہے[۲۰] لیکن اس کے باوجود ڈاکٹر اسلم فرّخی کی یہ تصنیف فکرِ آزاد کے کئی ایسے پہلوؤں سے بحث کرتی ہے جنھیں ڈاکٹر محمد صادق نے عمداً یا سہواً چھوڑ دیا تھا۔ اِس لحاظ سے یہ تصنیف آزاد شناسی کے باب میں رَہرو کی حیثیت رکھتی ہے۔

ڈاکٹر اسلم فرخی نے اس کتاب میں مولانا محمد حسین آزاد کی زندگی کے بارے میں تحقیقی انداز اختیار کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد صادق کی تحقیق پر اعتراض بھی اٹھائے ہیں۔ انھوں نے آزاد کی زندگی کے بعض حقائق کو حالات کی روشنی میں پرکھتے ہوئے درست نتائج سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔ اس کی ایک مثال مولانا محمد حسین آزاد کے دہلی کالج میں داخلے کے حوالے سے پیش کی جاسکتی ہے۔ یہاں اسلم فرخی ڈاکٹر محمد صادق کی تحقیق پر سوالیہ نشان لگاتے نظر آتے ہیں۔ ان کے خیال میں ڈاکٹر محمد صادق کا یہ کہنا ہے کہ آزاد کا دہلی کالج میں داخلہ ۱۸۴۵ء میں ہوا اور سولہ روپے ماہانہ وظیفہ ملا۔ اس بیان کا دوسرا حصہ کسی حد تک ناقابلِ یقین معلوم ہوتا ہے کیوں کہ دہلی کالج میں صرف دو قسم کے وظیفوں کا رواج تھا۔ ایک سینئر دوسرے جونیئر اور ان دونوں وظیفوں میں کوئی وظیفہ بھی سولہ روپے ماہوار نہ تھا۔[۲۱] اسی طرح آگے چل کر انھوں نے کئی اور واقعات کے بارے میں بھی تحقیقی انداز سے یہ ثابت کیا ہے کہ ڈاکٹر محمد صادق مولانا آزاد کے حالات زندگی کے بیان میں کئی جگہوں پر لغزش کھا گئے ہیں۔ ایک جگہ وہ ڈاکٹر محمد صادق کے اس بیان کی بھی نفی کرتے ہیں کہ مولانا آزاد کے مکان بنگلہ ایوب شاہ میں آگ لگ گئی تھی جس میں ان کی پھوپھی جل کر مر گئی تھی۔ اسلم فرخی تحقیق سے ثابت کرتے ہیں کہ بنگلہ ایوب شاہ میں جس وقت آگ لگی تھی اس سے بہت پہلے آزاد اس مکان کو چھوڑ چکے تھے اور ڈاکٹر محمد صادق کا یہ کہنا کہ اس آگ میں ان کی پھوپھی جل کر مر گئی تھی یہ بھی درست نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس آگ میں مولانا آزاد کی ایک بہو کی ملازمہ جل کر مری تھی۔[۲۲] اس طرح کی مزید کئی مثالیں ایسی ہیں جو ڈاکٹر اسلم فرخی کی تحقیق کو معتبر بناتی ہیں۔ انھوں نے اس

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

کتاب میں مولانا محمد حسین آزاد کی شخصیت اور ان کے ادبی وتنقیدی کارناموں کو جس طرح تحقیقی وتنقیدی انداز میں بیان کیا ہے، اس سے وہ قارئین ادب کو مولانا محمد حسین آزاد سے روشناس کرانے میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

آغا سلمان باقر، خانوادۂ آزاد کے سرگرم ادیب اور آزادؔ کے پڑپوتے ہیں۔ ان کی تصنیف ''محمد حسین آزاد: حیات، شخصیت، فن'' ۱۹۸۱ء میں سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب آزاد کی زندگی کے پوشیدہ گوشوں کو منظرِ عام پر لانے کے حوالے سے عمدہ دستاویز ہے۔ آغا سلمان باقر نے اِس تصنیف میں خاندانی ذرائع سے ملنے والی نایاب معلومات کو جگہ دینے کے علاوہ آزادؔ کی تصانیف پر نہایت اِختصار کے ساتھ رائے زنی بھی کی ہے۔ فکرِ آزاد کے حوالے سے کتاب میں بیان کردہ بیش تر معلومات چوں کہ سنی سنائی باتوں پر مشتمل ہیں اِس لیے کہیں کہیں بطل پرستانہ عناصر کی بھی جھلک دِکھائی دیتی ہے۔ آغا سلمان باقر لکھتے ہیں:

> میں نے اِس سوانح کو ہر طرح سے مکمل انداز میں پیش کرنے کی ادنیٰ کوشش کی ہے، جامع اور مختصر۔ میں نے اِس میں اپنے گھرانے کی ان رِوایات اور واقعات کو بھی شامل کیا ہے، جو مجھے میری والدہ اور والد مرحوم نے سنائے تھے، مگر آج تک ضبطِ تحریر میں نہ آسکے تھے۔(۲۳)

۱۹۸۲ء میں ترقیِ اردو بیورونئی دہلی سے شائع ہونے والی تصنیف ''محمد حسین آزاد'' کے مصنّف نند کشور وِکرم نے آزاد شناسی کی روایت کو فروغ دینے میں مقدور بھر حصہ لیا ہے۔ زیرِ نظر کتابچہ کل سات اَبواب پر مشتمل ہے جن میں آزاد کے سوانحی حالات، عادات وخصائل اور تصنیفات کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے جب کہ کتاب کے آخر میں آزاد کی شاعری کا کلام بطور نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ سوانحِ آزادؔ کے بیان کرنے میں نند کشور وِکرم کے ہاں تقلیدی روّش عام نظر آتی ہے۔ واقعات کے بیان کرنے میں تحقیقی لغزشوں کا احساس شدّت کے ساتھ اجاگر ہوتا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صادق اور ڈاکٹر اسلم فرّخی کی روش اپنائی گئی ہے۔ نند کشور وِکرم آزاد کی شاعری کے بارے میں رقم طراز ہیں:

> آزاد کا اردو نثر نگاری ہی میں نہیں شاعری میں بھی ایک اہم مقام ہے۔ وہ اردو کے ایک فطری شاعر تھے جنھوں نے اردو شاعری کو صرف شعری تخلیقات سے ہی مالا مال نہیں کیا بلکہ اِسے ایک نیا موڑ بھی دیا۔(۲۴)

ڈاکٹر عابد پیشاوری کی تصنیف ''ذوق اور محمد حسین آزاد'' اِدارہ فکرِ جدید، نئی دہلی سے ۱۹۸۷ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی۔ اِس تصنیف میں عابد پیشاوری نے نہایت جارحانہ اندازِ تنقید اپناتے ہوئے آزاد کے محمد ابراہیم

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ذوقؔ سے تلمّذ اور تعلقات کو افسانہ قرار دیا ہے۔ عابد پیشاوری نے آزادؔ کے نقل کردہ واقعات کا جس ژرف بینی سے مشاہدہ کیا ہے اور جس انداز سے انھیں سامنے لائے ہیں وہ قاری پر نا گوار گزرتا ہے۔ مصنّف کتاب کا آغاز اِن جملوں سے کرتے ہیں:

''آبِ حیات'' میں آزاد نے تقریباً ایک سو پندرہ مرتبہ ذوقؔ کا نام لیا ہے، سب سے زیادہ خود ذوقؔ کے احوال میں۔ ہمیں محض نام لینے سے بحث نہیں بلکہ ان واقعات سے غرض ہے جو ذوقؔ سے رِوایت کیے گئے ہیں وہ بعد کا اضافہ ہیں۔ ہمارا خیال ہے خود ذوقؔ کے احوال کے علاوہ جہاں کہیں ذوقؔ سے واقعات رِوایت کیے گئے ہیں وہ بعد کا اضافہ ہیں۔(۲۵)

قاضی محمد خالد اقبال صدیقی کی تصنیف ''مولانا محمد حسین آزاد کی تنقید نگاری'' آزاد شناسی کی روایت میں اہم باب کا اضافہ کرتی ہے۔ ۱۹۸۸ء میں بھوپال بک ہاؤس سے شائع ہونے والی اِس تصنیف کی خاص خوبی یہ ہے کہ اِس میں مصنّف نے آزاد کی تنقیدی بصیرت کو اجاگر کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ خالد اقبال صدیقی، آزادؔ کی تنقیدی صلاحیت کا شد و مد سے اعتراف کرتے ہوئے دیگر آزاد شِناسوں کو آزادؔ کے تنقیدی شعور سے بے پروائی برتنے پر کڑی تنقید کا نشانہ بھی بناتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

کتاب کو پیش کرنے کا میرا مقصد صرف یہ ہے کہ مولانا کی تنقیدی حیثیت متعین ہو اور صنفِ تنقید نگاری میں انھیں امام تسلیم کیا جائے۔ اِس ضمن میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ اب تک ان کو صرف ایک انشا پرداز کہہ کر نظر انداز کیا جاتا رہا اور ان کا یہ پہلو ہمیشہ تشنہ رہا۔ یہ ہماری کتنی بڑی بھول تھی، ہوسکتا ہے کہ آج مولانا کی روح خوش ہو رہی ہو اور یہ دن اس کی خوش اقبالی کا ہو۔(۲۶)

۱۹۹۶ء میں آزاد شناسی کے حوالے سے دو کتب منظرِ عام پر آئیں۔ پہلی کتاب ساہتیہ اکادمی، دہلی کے زیرِ اہتمام ''محمد حسین آزاد'' کے عنوان سے مظفر حنفی نے شائع کی جس میں آزاد کے حالاتِ زندگی اور علمی و ادبی کارناموں کو نہایت اِختصار کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اکیاسی صفحات پر مشتمل اِس تصنیف میں مظفر حنفی نے جنگِ آزادی کے پس منظر میں آزاد کے اِصلاحی کردار کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ مظفر حنفی کتاب کے پیش لفظ میں آزاد کی ادبی اہمیت کے حوالے سے یوں رقم طراز ہیں:

دنیائے ادب میں انھیں کئی میدانوں میں اوّلیت کا شرف حاصل ہے۔ اردو میں

> دَرسی کتابوں کی تیاری اور ادبِ اطفال کی تخلیق کا رِواج ان سے پڑا۔ تذکرہ نگاری کی جگہ باقاعدہ تنقید کی روایت انھوں نے قائم کی، لسانیاتی مباحث اور تاریخِ ادب کی داغ بیل انھوں نے ڈالی، پہلا ڈراما انھوں نے لکھا اور خاکہ نگاری کے ابتدائی نقوش ان کی تصنیفات میں ہی ملتے ہیں۔ تمثیل نگاری، انشائیہ نگاری اور تاریخ نویسی میں ان کا نام امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔(۲۷)

۱۹۹۶ء میں منصۂ شہود پر آنے والی دوسری تصنیف ''محمد حسین آزاد: ایک تخلیقی فن کار'' آزاد کے حالاتِ زندگی پر مشتمل چونتیس صفحات کا کتابچہ ہے، جسے ساحل احمد نے اَسرار کریمی پریس، الہ آباد سے شائع کرایا۔ ساحل احمد نے آزادؔ کو فطری فن کار قرار دیتے ہوئے انھیں غیر مقلد ادیب کے روپ میں پیش کیا ہے، کیوں کہ وہ خود اپنے قد و قامت یا اوقات سے آشنا ہیں۔(۲۸) کتاب کے صفحات کا پیٹ بھرنے کے لیے واقعات کی تکرار کی گئی ہے جو بالکل مناسب معلوم نہیں ہوتی۔

اکیسویں صدی عیسوی میں آزاد شناسی کی روایت پر نظر دوڑائیں تو سب سے پہلے ''محمد حسین آزاد'' کا مونوگراف از عتیق اللہ نگاہوں کا مرکز ٹھہرتی ہے۔ یہ کتاب اردو اکادمی دہلی نے ۲۰۰۸ء میں شائع کی۔ ''پیشِ گفتار'' میں مصنّف نے آزاد کی نثر کو دو رنگے اسلوب کا حامل قرار دیا ہے۔ ایک رنگ رجب علی بیگ سُرور کی ''فسانۂ عجائب'' کے ساتھ جب کہ دوسرا رنگ میر امن کی باغ و بہار کے ساتھ میل کھاتا ہے۔(۲۹) ''ادب نامہ'' کے عنوان سے عتیق اللہ نے آزادؔ کی تمام تصانیف کا تفصیلی تعارف مع تبصرہ پیش کیا ہے۔

محمد اِکرام چغتائی نے اکیسویں صدی عیسوی میں آزاد شناسی کی روایت کو نئے دریافت شدہ مآخذ کی روشنی میں سمجھنے کی سعی کی ہے۔ آزاد شناسوں کی صف میں کھڑے اِکرام چغتائی ایسے ہشت پہلو نگینے کی مانند ہیں جن کی تنقیدی بصیرت آزاد شناسی کے حوالے سے نئی جہتوں سے آشنا کراتی ہے۔ آزاد کی سوانح و شخصیت کے حوالے سے ان کی کئی کتب (''مطالعۂ آزاد''، ''محمد حسین آزاد: شاگردوں، ملاقاتیوں، ہم عصروں اور قریب العصر ادیبوں کی نظر میں''، ''مولانا محمد حسین آزاد: تنقید و تحقیق کا دبستانِ لاہور''، ''محمد حسین آزاد اور خانوادۂ آزاد''، ''محمد حسین آزاد: نئے دریافت شدہ مآخذ کی روشنی میں''، ''فہرستِ مخطوطاتِ آزاد''، ''ذخیرۂ مطبوعاتِ آزاد'' اور *Muhammad Hussain Azad: A many sided genius* منصۂ شہود پر آ چکی ہیں۔ ان کتب کا مطالعہ بتاتا ہے کہ اِکرام چغتائی نے محققانہ و ناقدانہ بصیرت کو بروئے کار لاتے ہوئے ''آزاد شناسی'' کے نئے دَر وا کیے ہیں۔

ISSN: 2519-6332 (Print),   ISSN: 2708-1915 (Online)

محمد اکرام چغتائی نے مولانا محمد حسین آزاد کی زندگی، تخلیقی جہات اور تنقیدی شعور کی تفہیم کئی زاویوں سے کی ہے۔ انھوں نے ایک کتاب ''محمد حسین آزاد (شاگردوں، ملاقاتیوں، ہم عصروں اور قریب العصر ادیبوں کی نظر میں)'' میں ترتیب دی ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے مختلف مضامین کے ذریعے مولانا محمد حسین آزاد کو ان کے رفقائے کار کے حوالے سے سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔ اس کتاب کا اعجاز یہ ہے کہ اس میں انھوں نے آزاد کی اپنے احباب سے ہونے والی خط وکتاب کو بنیاد بناتے ہوئے مستند معلومات سامنے لائے ہیں۔ انھوں نے بعض مضامین میں خطوط کا متن بھی درج کیا ہے جو مولانا آزاد کے حالات اور ذہنی رویوں کی تفہیم میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ یہ اگرچہ مرتبہ کتاب ہے جس میں محمد اکرام چغتائی کے علاوہ دیگر قلم کاروں کے مضامین بھی شامل ہیں لیکن اس کا اعجاز یہ ہے کہ یہ تمام مضامین ان شخصیات کے قلم سے لکھے ہوئے ہیں جن کا مولانا آزاد سے براہ راست تعلق رہا ہے۔ یوں آزاد شناسی کے حوالے سے یہ اہم کتاب قرار پاتی ہے۔

''محمد حسین آزاد اور خانوادۂ آزاد'' محمد اکرام چغتائی کی ایک اور اہم کتاب ہے۔ اس کی اشاعت ۲۰۱۰ء میں پاکستان رائیٹرز کوآپریٹو سوسائٹی لاہور سے ہوئی۔ اس کتاب میں انھوں نے مولانا محمد حسین آزاد کے خانوادے سے روشناس کرانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ خانوادۂ آزاد سے تعلق رکھنے والی مختلف شخصیات کے مولانا محمد حسین کے فکروفن اور شخصیت کے بارے میں لکھے ہوئے مضامین بھی اس کتاب کا حصہ ہیں۔ تحقیقی حوالے سے یہ کتاب اپنے موضوع اور مندرجات کی وجہ سے اہمیت کی حامل قرار پاتی ہے۔ اس کتاب میں اکرام چغتائی نے تحقیقی وتنقیدی اور تدوینی کاوشوں کو یک جا کر دیا ہے۔ انھوں نے آزادؔ کے خانوادے کے ان افراد کی علمی، تصنیفی، ادبی اور معاشرتی زندگی کا حال نہایت صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے جنھوں نے فکرِ آزاد کے تاریک گوشوں کو منّور کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ محمد اِکرام چغتائی خانوادۂ آزاد کی ادبی خدمات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> آزاد اس لحاظ سے بھی خوش قسمت ہیں کہ ان کے افرادِ خانہ پچھلی تین پشتوں سے ان کے سوانحِ حیات وغیرہ پر مسلسل لکھ رہے ہیں اور ان کے اہم مطالعات نے آزاد شناسی کی روایت کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔(۳۰)

اس کتاب میں محمد اکرام چغتائی نے خانوادۂ آزاد کی جن ہستیوں سے روشناس کرایا ہے ان میں آغا محمد ابراہیم، آغا محمد باقر، آغا محمد طاہر، آغا محمد اشرف اور آغا سلمان باقر شامل ہیں۔

''مولانا محمد حسین آزاد (تنقید وتحقیق کا دبستانِ لاہور)'' محمد اکرام چغتائی کی ایک اور معروف مرتبہ کتاب

ہے۔ اس کی اشاعت مجلس ترقی ادب لاہور کے تحت دسمبر ۲۰۱۱ء میں ہوئی۔ اس کتاب میں انھوں نے مولانا محمد حسین آزاد کے فکروفن کے حوالے سے لکھے گئے مختلف تحقیقی وتنقیدی مضامین کو یکجا پیش کیا ہے۔ کتاب کے شروع میں دیے گئے پیش لفظ میں انھوں نے آزادشناسی کے حوالے سے بھی اہم بحث کی ہے۔ مختلف موضوعات پر لکھے گئے یہ مضامین اکیسویں صدی میں آزادشناسی کی روایت کے تسلسل میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔

محمد حسین آزاد کی صد سالہ برسی کے موقع پر ۲۰۱۰ء میں ''دی ٹروتھ سوسائٹی'' کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والی کتاب ''مطالعۂ آزاد'' مختلف مقالات کا مجموعہ ہے۔ دوحصوں پر مشتمل اِس کتاب کے پہلے حصے میں سوانحِ آزاد کے تاریک گوشوں کو نایاب تعلیمی دستاویزات اور پنشن ریکارڈ کی روشنی میں دریافت کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ جب کہ دوسرے حصے میں آزاد کی غیر مدّون نظم ونثر کو ترتیب دیا گیا ہے۔ دیباچے میں مصنف لکھتے ہیں:

> زیرِ نظر کتاب راقم کے ان مقالات کا مجموعہ ہے جو مختلف رسائل اور کتب میں شائع ہو چکے ہیں۔ صرف ایک مقالہ بعنوان ''محمد حسین آزاد اور گارسیں دِتاسی'' غیر مطبوعہ ہے۔ اِسی کتاب کا ایک حصہ آزاد کی غیر مدوّن تحریروں پر مشتمل ہے جو آزاد پر مزید کام کرنے میں مدد ومعاون ثابت ہوسکتی ہے۔(۳۱)

اکیسویں صدی میں آزادشناسی کی روایت میں ایک بہترین اضافہ ڈاکٹر اسلم فرخی کی کتاب ''نگارستانِ آزاد'' ہے۔ یہ کتاب مولانا محمد حسین آزاد کی صد سالہ برسی کے موقع پر شہرزاد کراچی سے ۲۰۱۳ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں اسلم فرخی نے مولانا محمد حسین آزاد کی ادبی وتخلیقی نگارشات کو نئے زاویے سے دیکھنے کی کوشش کی ہے۔اس کتاب میں بیان کیے گئے حقائق مولانا محمد حسین آزاد کی فکر کو اکیسویں صدی کے تقاضوں کے مطابق سمجھنے میں خاص معاونت فراہم کرتے ہیں۔

ڈاکٹر رشید اشرف خان نے ''مولانا محمد حسین آزاد اور ان کا شعری سفر'' لکھ کر آزادشناسی کی روایت میں قابلِ قدر اضافہ کیا۔ان کی تصنیف ۲۰۱۵ء میں اردو چینل پبلی کیشنز، ممبئ سے شائع ہوئی۔ زیرِ نظر کتاب تین مقالات پر مشتمل ہے۔ پہلے مقالے میں ڈاکٹر رشید اشرف خان نے مولانا محمد حسین آزاد کے سوانحی حالات کا اجمالی جائزہ اِس طرح پیش کیا ہے کہ ان کی اسّی سالہ زندگی پر خاطر خواہ روشنی پڑتی ہے۔ دوسرے مقالے میں آزاد کے شعری سرمائے (غزل، قصیدہ، نظم، سلام، مرثیہ) پر گفتگو کی گئی ہے، جب کہ تیسرے باب میں آزاد کی شاعری کا انتخاب پیش کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر رشید اشرف، آزاد کی کاوشوں کو برصغیر میں اردو نظم نگاری کے حوالے سے اہم سمجھتے ہیں۔ وہ اس کتاب میں لکھتے ہیں:

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

شاعری کی دنیا میں نظم گوئی کا جو رواج انھوں نے شروع کیا تھا پسندیدگی کے ساتھ آج بھی شعرا کا وظیفۂ فن بنا ہوا ہے۔ شاید ہی کوئی باخبر اور بے تعصب قاری اس حقیقت سے انکار کرے کہ انجمن پنجاب کے وسیلے سے مولانا محمد حسین آزاد اور خواجہ الطاف حسین حالی کے کامیاب مشترکہ شعری عمل نے برصغیر کے بیشتر شعرا کو نظم نگاری کے وسیع تر امکانات کا احساس دلایا۔ یہی مولانا محمد حسین آزاد کا روشن کارنامہ ہے۔[۳۲]

آزاد کی بطورِ شاعر تفہیم کے سلسلے میں یہ کتاب کئی نئے پہلو سامنے لاتی ہے۔

اکیسویں صدی میں آزاد شناسی کی روایت میں ایک نام علی اکبر ناطق کا بھی ہے۔ علی اکبر ناطق کی کتاب ''فقیر بستی میں تھا'' اکیسویں صدی میں آزاد شناسی میں اہم کاوش قرار دی جاسکتی ہے۔ اس کتاب کی پہلی اشاعت ۲۰۱۹ء اور دوسری اشاعت ۲۰۲۰ء میں جہلم بک کارنر سے ہوئی۔ مولانا محمد حسین آزاد کی شخصیت اور فکر و فن کے حوالے سے اردو میں اب تک بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ ایسی صورت میں ایک ایسی کتاب تصنیف کرنا جو آزاد کی سوانح عمری قرار دی جاسکے آسان کام نہ تھا کیوں کہ بہت سے امور ایسے ہیں جو دُہرائے جانے کے مترادف معلوم ہوسکتے تھے لیکن علی اکبر ناطق نے ''فقیر بستی میں تھا'' میں آزاد کی زندگی، شخصیت اور ان کے ادبی کارناموں کو بڑی مہارت سے بیان کیا ہے۔ انھوں نے اس کتاب میں بظاہر تو مولانا محمد حسین آزاد کی سوانح ہی تحریر کی ہے لیکن اسلوب ایسا اپنایا ہے کہ یہ کتاب سوانح سے زیادہ آپ بیتی معلوم ہوتی ہے۔ احمد جاوید اس بارے میں رقم طراز ہیں:

"فقیر بستی میں تھا" پڑھتے ہوئے گمان تک نہیں ہوتا کہ ہم آزاد کو نہیں، علی اکبر ناطق کو پڑھ رہے ہیں۔ آزاد پر یہ کتاب پچھلے سو سال میں واحد کتاب ہے جو واقعی اپنے موضوع اور اسلوب کے حوالے سے پڑھنے کے قابل اور لائقِ تحسین ہے۔ ناطق نے مولانا محمد حسین آزاد کا قلم مستعار لے کر یہ کتاب لکھی ہے۔[۳۳]

علی اکبر ناطق نے اس کتاب میں مولانا محمد حسین آزاد کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے مختلف ادوار میں ان کی تخلیقی شخصیت کی مختلف جہات کو بھی نمایاں کیا ہے۔ لیکن اسلوب ایسا اختیار کیا ہے کہ تنقید کو بھی تخلیقی انداز میں تحریر کیا ہے۔ اسلوب کی شائستگی کے علاوہ اس تصنیف کی بڑی خوبی مختلف معلومات کے حصول کے لیے مرکزی حوالوں سے رجوع کرنا ہے۔ علی اکبر ناطق نے اس بارے میں بھی خاص محنت کی ہے۔ مستند حوالوں سے حاصل

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

کردہ معلومات نے مولانا محمد حسین آزاد کی شخصیت اور فکروفن کے حوالے سے پیدا کی گئی مختلف غلط فہمیوں کو دور کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ آغا سلمان باقر کے بقول:

> اس کے مرکزی حوالے، تمام کے تمام خاندان مولانا آزاد سے وابستہ یا منسلک ہیں، تاکہ ان غلط فہمیوں کا بھی ازالہ اور تصحیح ہوجائے جو آزاد کے حوالے سے ان کی شخصیت اور کردار کو مجروح کرنے کی نیت سے بعض ماضی کے لکھنے والوں نے مولانا آزاد کے سر تھوپ کر ایک مستقل فساد اور ان کی شخصیت کو مجروح کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔(۳۴)

علی اکبر ناطق کی اس کتاب میں مولانا آزاد کے ادبی کارناموں کا تفصیل سے بیان تو نہیں کیا گیا نہ ہی ان کے تنقیدی تصورات کے بارے میں کوئی خاص بحث کی گئی ہے تاہم انھوں نے جس طرح مولانا آزاد کی سوانح تحریر کی ہے اس سے مولانا آزاد کی تخلیقی شخصیت کی تکمیل کرنے والے عناصر اور ان کے تنقیدی شعور سے خاصی آگاہی ہوتی ہے۔ اکیسویں صدی میں آزاد شناسی کے حوالے سے اسے اہم کتب میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

اس مقالے کے مقاصد اور اہمیت کے تناظر میں دیکھا جائے تو عصری تنقید میں آزاد شناسی کے حوالے سے ایسا مطالعہ ضروری قرار پاتا ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد کے ان ادبی کارناموں کو دیکھا جائے تو اردو ادب پر ان کے احسانات کا شمار ممکن نہیں۔ انھوں نے اردو زبان و ادب کو نئی جہتوں سے آشنا کرانے میں جو اہم کردار ادا کیا تھا اس کا اعتراف ان کی زندگی میں ہی شروع ہو گیا۔ ان کے معاصرین نہ صرف ان سے متاثر تھے بلکہ بہت سے امور میں ان کی رائے کو مقدم بھی سمجھتے تھے۔ اردو ادب میں آزاد شناسی کی روایت کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے جس طرح آزادؔ نے اردو ادب و تنقید کو وسیع سرمایہ فراہم کیا ہے اسی طرح اردو تنقید نے بھی ان کی خدمات کے اعتراف میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس ضمن میں محمد اکرام چغتائی لکھتے ہیں:

> محمد حسین آزاد اردو زبان و ادب کے ان معدودے چند مصنّفین میں ہیں، جن کے سوانح اور تصنیفی آثار پر گزشتہ ایک صدی سے مسلسل لکھا جا رہا ہے۔ ان کے معترفین اور معترضین نے ان کے ادبی کام کو بڑھانے گھٹانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ان کے معاصرین سے لے کر اب تک نقادوں اور ادبی محققوں کی خاصی بڑی تعداد آزاد شناسی کی رِوایت سے منسلک رہی ہے۔(۳۵)

اردو میں مولانا محمد حسین آزادؔ کی ادبی و تنقیدی خدمات کا اعتراف کئی جہات میں کیا گیا ہے۔ تحقیقی و تنقیدی

کتب میں مکمل مطبوعہ کتب کے ساتھ ساتھ مرتّبہ کتب شامل ہیں۔ اِن کے علاوہ جامعات میں پیش کیے گئے سَندی مقالات، رسائل کے خصوصی نمبر اور رسائل میں شامل تنقیدی مضامین، شخصی خاکے اور تبصرے اہم ہیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بہت سے محققین اور ناقدین نے آزاد کی تخلیقی اور تنقیدی کاوشوں کی تفہیم کی کوشش کی۔ ان محققین اور ناقدین نے مولانا محمد حسین آزاد کے فکروفن کے بہت سے گوشوں تک قارئین کی رسائی ممکن بنائی۔ اس کے علاوہ مولانا محمد حسین آزاد کی اہم تنقیدی کاوش ''آبِ حیات'' کی تدوین بھی مختلف اوقات میں مختلف مدونین کرتے رہے۔ اس کتاب نے اردو کے قارئین کو بہت سے شعرا سے متعارف کرایا۔ آزادشناسی کے ضمن میں ہونے والی یہ تحقیقی وتنقیدی کاوشیں متنوع جہات کی حامل ہیں۔ مطبوعہ کتب کی صورت میں سامنے آنے والی ان نگارشات سے مولانا محمد حسین کے فکروفن اورادبی کارناموں کے ساتھ ساتھ ان کے حالات زندگی اوران کی شخصیت کے بارے میں بھی مستند معلومات ملتی ہے۔ آزادشناسی کے میدان میں ان تنقیدی وتحقیقی کتب کی اہمیت کے پیش نظر اس امر کی ضرورت محسوس کی گئی قارئین ادب وتنقید کو ان تنقیدی وتحقیقی نگارشات سے روشناس کرایا جائے۔ زیرنظر مقالہ اسی سلسلے کی ایک کاوش ہے۔ اس مقالے میں موضوع کی حدود کو سامنے رکھتے ہوئے بحث کو صرف مطبوعہ کتب تک محدود رکھا گیا ہے۔ یہ مقالہ عصر حاضر کے قارئین ادب، محققین اور ناقدین کو آزادشناسی کی روایت سے آگاہی دلانے اور مختلف ناقدین کے ہاں مولانا محمد حسین آزاد کے فکروفن کے بارے میں پائے جانے والے تنقیدی تصورات سے روشناس کرانے میں معاون ثابت ہوگا۔

محمد حسین آزاد کی سوانح اورفن کے حوالے سے جس قدر بھی کتب اور مقالات سامنے آئے ہیں ان کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ آزاد فی الواقع عالی حوصلہ اور عالی ظرف اِنسان تھے۔ وسیع القلبی، اِنکساری، اِنسان دوستی، بین المذاہب ہم آہنگی اور محبّت و وفاداری ان کی شخصیت کے خاص اوصاف تھے۔ بالخصوص ان کے اندازِ تحریر اور اِنشا پَردازی نے اردو نثر کو وہ حیاتِ جاوداں عطا کی ہے جس کا تقریباً سبھی محققین و ناقدین نے کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ پُرتکلف اور سادہ طرزِ تحریر کے حسین اِمتزاج سے اردو نثر کو خاص طور پر جو حسن محمد حسین آزاد نے عطا کیا ہے وہ قارئین کو اپنے سحر میں جکڑ لیتا ہے۔ اِسی منفرد اندازِ تحریر کی بِنا پر اردو زبان و ادب سے گہرا شغف رکھنے والے محققین و ناقدین نے آزاد کا ادبی مقام و مرتبہ متعین کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

اس مقالے کے ذریعے آزادشناسی کے میدان میں جن کتب کا جائزہ لیا گیا ہے ان کے مندرجات پرغور کریں تو مولانا محمد حسین آزاد کی زندگی، ان کی شخصیت کے ساتھ ساتھ ادبی اور تنقیدی رجحانات کو اجاگر کرنے میں بھی ناقدین نے اہم کام کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہر بڑے تخلیق کار کی طرح مولانا محمد حسین آزاد کے فکروفن پر

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ہونے والے اعتراضات بھی سامنے لائے گئے ہیں۔بعض ناقدین نے ان اعتراضات کی حقیقت اور ان کے جواب بھی مدلل انداز میں تحریر کیے ہیں،جس کی وجہ سے مولانا محمد حسین آزاد کی تخلیقی اور تنقیدی کاوشوں کی درست تفہیم ممکن ہوئی ہے۔

حواشی

۱۔ ڈاکٹر محمد صادق،''محمد حسین آزاد: احوال و آثار''، لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب،۱۹۷۶ء)،ص ۳۵

۲۔ ایضاً،ص ۴۷

۳۔ ایضاً،ص ۱۳

۴۔ ڈاکٹر اسلم فرخی،''محمد حسین آزاد''، (کراچی: انجمن ترقیِ اردو پاکستان، ۱۹۶۴ء)،ص ۴۲

۵۔ ڈاکٹر محمد صادق،''محمد حسین آزاد: احوال و آثار''،ص ۷۳

۶۔ آغا سلمان باقر،''محمد حسین آزاد: حیات، شخصیت اور فن''، مشمولہ ''محمد حسین آزاد اور خانوادۂ آزاد''، مرتبہ: محمد اکرام چغتائی، لاہور: پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، ۲۰۱۰ء)،ص ۳۰۴

۷۔ ڈاکٹر سلیم اختر،''اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ''، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء)،ص ۳۳۴

۸۔ ایضاً،ص ۳۳۵

۹۔ ڈاکٹر محمد صادق،''محمد حسین آزاد: احوال و آثار''،ص ۵۳

۱۰۔ آزاد نے ایک نامکمل ڈراما ''اکبر'' کے عنوان سے تحریر کیا تھا۔آزاد کی وفات کے بعد اِس ڈرامے کو مکمل کرنے کی ذمے داری آزادؔ کے ایک شاگرد رشید ناصر نذیر فراقؔ نے ادا کی۔ اِس کے علاوہ آزاد نے انگریزی ڈراما نویس شیکسپیئر کے ڈرامے ''میکبتھ'' کے کچھ مناظر کو بھی اُردو زبان میں منتقل کیا تھا۔

۱۱۔ ڈاکٹر محمد صادق،''محمد حسین آزاد: احوال و آثار''،ص ۲۴

۱۲۔ ایضاً،ص ۸۷

۱۳۔ ڈاکٹر محمد صادق،'' آبِ حیات کی حمایت میں اور دوسرے مضامین''، (لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۲۰۱۰ء)،ص ۳۴

۱۴۔ جہاں بانو نقوی،''محمد حسین آزاد''، (حیدرآباد دکن: ادارۂ ادبیات، ۱۹۴۰ء)،ص ۷۰

۱۵۔ قاضی عبدالودود،''محمد حسین آزاد بحیثیت محقق''، (پٹنہ: ادارۂ تحقیقاتِ اردو، ۱۹۴۳ء)،ص ۱۰

۱۶۔ قاضی عبدالودود،''محمد حسین آزاد بحیثیت محقق''،ص ۱۰

۱۷۔ مسعود حسن رضوی ادیب،'' آبِ حیات کا تنقیدی مطالعہ''، (لکھنؤ: کتاب گھر، ۱۹۵۳ء)،ص ۷۳

۱۸۔ محمد اشرف، آغا،''اُنیسویں صدی میں وسط ایشیا کی سیاحت''، (کراچی: ہمدرد اکیڈمی،۱۹۵۹ء)،ص ۵۰

۱۹۔ ڈاکٹر اسلم فرخی، محولۂ بالا،ص ۷۰

۲۰۔ ڈاکٹر محمد صادق نے اپنی تصنیف ''محمد حسین آزاد: احوال و آثار'' میں اِس اَمر کا اِظہار کیا ہے کہ ہماری اِس تصنیف اور دوسرے مضامین سے دوسرے لکھنے والوں نے بہ کثرت استفادہ کیا ہے اور بعض اوقات پورے کے پورے ابواب ہی نقل کر دیے ہیں۔ ہماری مُراد ڈاکٹر

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

اسلم فرخی سے ہے۔

۲۱۔ ڈاکٹر اسلم فرخی، محولۂ بالا، ص۷۹

۲۲۔ ایضاً، ص۲۹۱

۲۳۔ آغا سلمان باقر، ''محمد حسین آزاد: حیات، شخصیت، فن''، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۱ء)، ص۳۰

۲۴۔ نندکشور وِکرم، ''محمد حسین آزاد''، (دہلی، ترقی اُردو بیورو، ۱۹۸۲ء)، ص۶۲

۲۵۔ عابد پیشاوری، ڈاکٹر، ''ذوق اور محمد حسین آزاد''، (دہلی: ادارہ فکرِ جدید، ۱۹۸۷ء)، ص۱۰

۲۶۔ خالد اقبال صدیقی، ''مولانا محمد حسین آزاد کی تنقید نگاری''، (بھوپال: بھوپال بک ہاؤس، ۱۹۸۸ء)، ص۵۰

۲۷۔ مظفر حنفی، ''محمد حسین آزاد''، (دہلی: ساہتیہ اکیڈمی، ۱۹۹۶ء)، ص۸۰

۲۸۔ ساحل احمد، ''محمد حسین آزاد: ایک تخلیقی فن کار''، (الہ آباد، اَسرار کریمی پریس، ۱۹۹۶ء)، ص۴۰

۲۹۔ عتیق اللہ، مونوگراف، ''محمد حسین آزاد''، (دہلی: اُردو اکادمی، ۲۰۰۸ء)، ص۳۰

۳۰۔ محمد اِکرام چغتائی، ''محمد حسین آزاد اور خانوادۂ آزاد''، ص۵۰

۳۱۔ ایضاً، ''مطالعۂ آزاد''، (لاہور: دی ٹروتھ سوسائٹی، ۲۰۱۰ء)، ص۱۳

۳۲۔ ڈاکٹر محمد رشید اشرف خان، ''مولانا محمد حسین آزاد اور ان کا شعری سفر''، (بمبئی: اردو چینل پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء)، ص۱۱۔۱۲

۳۳۔ احمد جاوید، فلیپ ''فقیر بستی میں تھا''، علی اکبر ناطق، (جہلم: جہلم بک کارنر، ۲۰۲۰ء)

۳۴۔ آغا سلمان باقر، مشمولہ، ایضاً، ص۱۲

۳۵۔ محمد اِکرام چغتائی، ''محمد حسین آزاد اور خانوادۂ آزاد''، (لاہور: پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، ۲۰۱۰ء)، ص۵

مآخذ

۱۔ احمد، ساحل، ''محمد حسین آزاد: ایک تخلیقی فن کار''، الہ آباد، اَسرار کریمی پریس، ۱۹۹۶ء

۲۔ ادیب، مسعود حسن رضوی، ''آبِ حیات کا تنقیدی مطالعہ''، لکھنؤ: کتاب گھر، ۱۹۵۳ء

۳۔ اسلم فرخی، ڈاکٹر، ''محمد حسین آزاد''، کراچی: انجمن ترقیِ اردو پاکستان، ۱۹۶۴ء

۴۔ باقر، آغا سلمان، ''محمد حسین آزاد: حیات، شخصیت اور فن''، مشمولہ ''محمد حسین آزاد اور خانوادۂ آزاد''، مرتبہ: محمد اکرام چغتائی، لاہور: پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، ۲۰۱۰ء

۵۔ پیشاوری، عابد، ڈاکٹر، ''ذوق اور محمد حسین آزاد''، دہلی: ادارہ فکرِ جدید، ۱۹۸۷ء

۶۔ جاوید، احمد، فلیپ ''فقیر بستی میں تھا''، علی اکبر ناطق، جہلم: جہلم بک کارنر، ۲۰۲۰ء

۷۔ چغتائی، محمد اِکرام، '''محمد حسین آزاد اور خانوادۂ آزاد''، لاہور: پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، ۲۰۱۰ء

۸۔ ایضاً، ''مطالعۂ آزاد''، لاہور: دی ٹروتھ سوسائٹی، ۲۰۱۰ء

۹۔ حنفی، مظفر، ''محمد حسین آزاد''، دہلی: ساہتیہ اکیڈمی، ۱۹۹۶ء

۱۰۔ خان، محمد رشید اشرف، ڈاکٹر، ''مولانا محمد حسین آزاد اور ان کا شعری سفر''، بمبئی: اردو چینل پبلی کیشنز، ۲۰۱۵ء

۱۱۔ سلمان باقر، آغا، ''محمد حسین آزاد: حیات، شخصیت، فن''، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۱ء

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

۱۲۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، ''اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ''، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء

۱۳۔ صدیقی، خالد اقبال، ''مولانا محمد حسین آزاد کی تنقید نگاری''، بھوپال: بھوپال بک ہاؤس، ۱۹۸۸ء

۱۴۔ عبدالودود، قاضی، ''محمد حسین آزاد بحیثیت محقق''، پٹنہ: ادارۂ تحقیقاتِ اردو، ۱۹۴۳ء

۱۵۔ عتیق اللہ، مونوگراف، ''محمد حسین آزاد''، دہلی: اُردو اکادمی، ۲۰۰۸ء

۱۶۔ محمد اشرف، آغا، ''اُنیسویں صدی میں وسط ایشیا کی سیاحت''، کراچی: ہمدرد اکیڈمی، ۱۹۵۹ء

۱۷۔ محمد صادق، ڈاکٹر، ''محمد حسین آزاد: احوال و آثار''، لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، ۱۹۷۶ء

۱۸۔ محمد صادق، ڈاکٹر، ''آبِ حیات کی حمایت میں اور دوسرے مضامین''، لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۲۰۱۰ء

۱۹۔ نقوی، جہاں بانو، ''محمد حسین آزاد''، حیدر آباد دکن: ادارۂ ادبیات، ۱۹۴۰ء

۲۰۔ وکرم، نند کشور، ''محمد حسین آزاد''، دہلی: ترقی اُردو بیورو، ۱۹۸۲ء